نظرات

۳۱ر دسمبر سنہ ۵۰ء کو شب کے بارہ بجے پرانے سال کے ساتھ ساتھ بیسویں صدی کا نصف بھی ختم ہو گیا اس پچاس سال کی مدت میں اس دنیا میں کیسے کیسے عظیم انقلابات ہوئے اور کیسے کیسے اہم واقعات و حوادث پیش آئے ان سب کو پیش نظر رکھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ ابلقِ روزگار کی عمر جتنی دراز ہوتی جاتی ہے اسی قدر اس کی طاقتِ رفتار میں تیزی پیدا ہوتی جاتی ہے ایک نصف صدی کی مدت کچھ ایسی زیادہ طویل نہیں لیکن جو واقعات صدیوں میں پیش آتے ہیں وہ اس مختصر سی مدت میں ظہور پذیر ہو گئے، علوم و فنون اور سائنس کی ترقی کا کیا عالم ہے، عالم فطرت اور کارگاہِ عناصر کا وہ کونسا راز سربستہ و پوشیدہ ہے جس کو عصر حاضر کے انسان نے اپنے ناخن ادراک و تحقیق سے بے نقاب نہ کر دیا ہو، زندگی کی کتنی پرانی قدریں ہیں جو بالکل بدل گئیں، تہذیب و تمدن کے کتنے اصول مسلمہ ہیں جو افسانۂ پارینہ بن کر رہ گئے معاشرت کی اخلاقیات میں وہ حیرت انگیز انقلاب ہوا ہے کہ کل تک جن چیزوں کو زہر کہا جاتا تھا وہ آج شہد کی حیثیت رکھتے ہیں اور جو چیزیں کل شہد تھیں انھیں آج نجاست اور گندگی سمجھا جاتا ہے کتنی عظیم سلطنتیں تھیں کہ مٹ گئیں کتنی محکوم اور غلام قومیں تھیں کہ آزاد ہو گئیں کتنے ملک ہیں کہ بن بن کے بگڑے اور بگڑ بگڑ کے بنے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس نصف صدی میں انسان نے کیا کھویا اور کیا پایا؟ اس کے نقصان کا پلّہ زیادہ بھاری ہے یا نفع کا۔

ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب ایک ہی ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ اگرچہ علم و فن کی حیرت انگیز ترقیات نے انسان کی حیاتِ مادی کو ایک جلوہ گاہ برق و نور بنا دیا ہے لیکن اس کا قدم مادی ترقیات کی طرف جس تیزی سے بڑھتا گیا ہے اسی قدر دل کا سکون اور روح کے اطمینان کی دولت

دولت و نعمت اس سے دور تر ہوتی رہی ہے یہاں تک کہ آج محسوس ہوتا ہے کہ پوری دنیا ایک انتہائی ہولناک کوہ آتش فشاں پر کھڑی ہوئی ہے یہ پہاڑ ان گردو درگرد انسانوں کے قدموں کے نیچے پھٹ پڑنے کے لئے کروٹیں بدل رہا ہے اندر اندر شعلے ایک سمت سے دوسری سمت میں دوڑتے پھر رہے ہیں۔ الاؤ اکھڑ رہا ہے پتنگے چیخ رہے ہیں آگ زمین کے چھلکے کی نقاب ہٹا کر سانپ کی زبان کی سی اپنی لو فضا میں کبھی ادھر لہراتی ہے اور کبھی اُدھر۔ غرض کہ اس وقت وہ کیفیت ہے جو انگیٹھی میں شروع شروع میں کوئلوں کے دہکنے کے وقت ہوتی ہے قریب ہے کہ یہ پہاڑ یک بیک پھٹ پڑے اور عصر حاضر کے انسان کو جس نے مادی ترقیات کے گھمنڈ میں خداشناسی اور خداپرستی کے قانون کی ایک ایک دفعہ کو سرپلائے استحقار و سرکشی سے مرحلۂ زندگی کے ہر ہر قدم پر ٹھکرایا ہے اور ٹھکرائے چلا جارہا ہے مع اس کی تمام تہذیبی و تمدنی ترقیات کے جلا کر خاک سیاہ کرکے رکھ دے اور اس کا بھی وہ ہی حشر ہو جائے جو اس سے پہلے مصر و بابل کی تہذیبوں کا ہو چکا ہے،

اس صورت حال کا اصل سبب وہ ہی ہے جس کو حکیم مشرق نے اس طرح بیان کیا ہے

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا — زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا
ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا — اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

حقیقت یہ ہے کہ آج ہر قوم کی زبان پر نعرے وہ ہی ہیں جن میں واقعیت اور سچائی کے اعتبار سے کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے لیکن ان کے معنی ان نعرہ بازوں کے دل میں استحصال مقصد کے سوا کچھ اور نہیں۔ ہر قوم جمہوریت، مساوات، انسانیت عامہ، خدمت بنی نوع انسان، انسانی اخوت کے راگ الاپ رہی ہے لیکن دل میں وطنیت اور قومیت کے جرثوم مستقر ہیں یہ سب نعرے اسی بت کو خوش کرنے کے لئے لگا رہے ہیں اس بنا پر امن کی ان سے جو پرواضح ہوا کا پیش خیمہ بن رہی ہے اور عافیت و راحت کی ہر جستجو ناکامی و نامرادی پر محمد علیہ وسلم نے عمرؓ اور عمار محسوس ہوتا ہے کہ پوری دنیا نے جھوٹ بولنے اور مکر و فریب کے طرب دو آیتوں کے مطلب کی

کل ماوّل علیٰ تاویلہ صوبہ

تعیین یعنی تاویل میں مختلف ہو گئے ہیں یعنی سورۂ مائدہ اور سورۂ نساء کی آیتوں کی تاویل یعنی مطلب کے سمجھنے میں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قرار دیا کہ جس نے قرآن سے جو کچھ سمجھا وہ ٹھیک ہے اور ہر ایک کو آپ نے اسی کے مسلک پر چھوڑ دیا۔

یہ ارقام فرمانے کے بعد شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ

وعمر بن الخطاب اجل ان یخفی علیہ ۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اس سے بلند وبالا

لہ دراصل دونوں آیتوں میں لامستم النساء کے الفاظ آئے ہیں میں نے شاہ عبدالقادر صاحب کی اتباع میں لامستم کا ترجمہ "لگو تم" کے لفظ سے کیا ہے محل اختلاف درحقیقت یہی لفظ لامستم کا معلوم ہوتا ہے عام طور پر اس کا مطلب ہم بستری سمجھا جاتا ہے لیکن لگنے کے اردو لفظ میں جیسے اس کی گنجائش ہے کہ بجائے ہم بستری کے اس کا مفہوم "چھونا" لیا جائے یعنی عورتوں کے بدن کا صرف چھونا مراد ہے نہ کہ ان کے ساتھ ہم بستری کرنا، چوں کہ قرآنی لفظ میں دونوں کی گنجائش ہے اس لئے بعض لوگوں نے ہم بستری مراد لیا اور بعضوں نے صرف عورت کا چھونا مراد لیا ہے۔ ثانی الذکر طبقہ کا خیال ہے کہ عورت کے چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے پس اسی ٹوٹے ہوئے وضو کے متعلق قرآن میں حکم دیا گیا ہے کہ پانی اگر نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ سکتے ہو ایسی صورت میں تیمم غسل کا قائم مقام ہو سکتا ہے یا نہیں قرآن کی آیت سے اس کا حکم نہ نکلے گا شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ اشار الشافعی الی ان عمر و ابن مسعود کانا یحملان الملامسۃ علی اللمس بالید (امام شافعی نے اشارہ کیا ہے حضرت عمر و بن مسعود ملامسہ (لگنے) کا مطلب عورتوں کو ہاتھ سے چھونا لیتے تھے شاہ صاحب نے اس کے بعد لکھا ہے کہ فکانت الآیتان ساکتتان عند ہما عن التیمم عن الجنابۃ (پس حضرت عمر و ابن مسعود کے خیال کے مطابق سمجھا جائے گا کہ سورۂ نساء و مائدہ کی دونوں آیتیں غسل والے تیمم سے خاموش ہیں) یعنی ان دونوں آیتوں میں اس کا حکم نہیں بیان کیا گیا ہے۔ بہرحال حضرت عمر و ابن مسعود کی اس تفسیر کی بنیاد پر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان دونوں بزرگوں نے قرآن کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے ۱۲۔